JAMIA LIBRARY
JAMIA MILLIA ISLAMIA
DELHI

پروفیسر محمد اسلم

# اکبر کا دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر

علماء و مشائخ کی صحبت میں رہ کر اکبر اپنے ابتدائی دورِ حکومت میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان بن گیا تھا، ان ایام میں رواداری نام کو بھی نہ پائی جاتی تھی، بلکہ اس کا مذہبی تعصب اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ ۹۷۷ ہجری میں جب حسین خان والیِ کشمیر کا سفیر میر یعقوب بن بابا علی اس کے دربار میں حاضر ہوا تو اکبر نے اسے شیعہ ہونے کے جرم میں قتل کروا دیا[1] اکبر کے مصاحب علما بھی اسی کی طرح متعصب سُنی تھے۔ مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطانپوری مہدویوں کو جو سزائیں دیا کرتے تھے۔ اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اکبر کے صدر الصدور شیخ عبدالنبی بھی غیر سُنیوں کے معاملہ میں بڑے متعصب واقع ہوئے تھے۔ ان کے خلاف بھی میر حبش کو "رفض" کے جرم میں قتل کروانے کا ثبوت مل گیا ہے[2]

اکبر کو اولیائے کرام کے ساتھ جو عقیدت تھی وہ اسے اپنی والدہ کی جانب سے ودیعت ہوئی تھی۔ اس کی والدہ حمیدہ بانو بیگم مشہور صوفی اور شاعر شیخ احمد جام زندہ پیل کی اولاد سے تھی۔ اسی لیے اکبر کی سرشت میں بزرگوں کے لیے عقیدت کے جذبات موجود تھے۔ کئی بار وہ پاکپتن میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوا[3] دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مزار پر بھی وہ اکثر جایا کرتا تھا[4] جب خان زماں نے ۱۵۶۷ میں اکبر کے خلاف بغاوت کی تو اس کے مقابلہ پر نکلنے سے پہلے اکبر دہلی کے تمام اولیاء اللہ کے مزارات پر بغرضِ دعا حاضر ہوا۔ اس کے عہد میں شیخ نظام نارنولی ابھی حیات تھے اور بہت

---

[1] تاریخ محمدی، ورق ۸۸ ب، بسبب رفض بفرمان اکبر بادشاہ کشتہ شد۔

[2] بدایونی، جلد ۲، ص ۲۵۵۔ [3] روضۃ الطاہرین، ورق ۱۴۱ ب

[4] اکبر دی گریٹ مغل، ص ۴۷۔

دُور دُور تک اُن کے زہد و اتقا کا شہرہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک بار اکبر بھی اجمیر جاتے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا[۵] ۱۵۷۲ میں اکبر ہمیں اجمیر میں سید حسین خنگ سوار کے مزار پہ فاتحہ خوانی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس واقعہ کے پانچ سال بعد ہم اُسے ہانسی میں حضرت قطب جمال کے مزار پر جبین نیاز جھکائے ہوئے دیکھتے ہیں[۶] یہ صوفیائے کرام کے ساتھ عقیدت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس نے فتح پور سیکری میں شیخ سلیم چشتی کے قرب میں نیا دار الحکومت تعمیر کر لیا تھا۔

مولانا عبداللہ سلطان پوری اس عہد کے ایک جید عالم تھے[۷] اور شیر شاہ نے اپنے عہدِ حکومت میں ان کی علمیت سے متاثر ہو کر انھیں صدر الاسلام کا خطاب دیا تھا[۸] شیر شاہ کا بیٹا سلیم شاہ انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا کرتا تھا[۹] ہمایوں نے جب دوبارہ دہلی پر قبضہ کیا تو انھیں شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ بیرم خاں نے اکبر کے ابتدائی دورِ حکومت میں ان کا ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا[۱۰]

مولانا عبداللہ بڑے راسخ العقیدہ بزرگ تھے اور شیخ الاسلام کی حیثیت سے رفع بدعت اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے[۱۱] اکبر نے بھی انھیں ان کے منصب پر برقرار رکھا۔

شیخ طاہر پٹنی اس عہد کے بڑے نامور محدث تھے اور مخدوم الملک کی طرح وہ بھی رفع بدعت اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ جب ان کی قوم نے مہدوی فرقہ کے عقائد اپنا لیے تو شیخ طاہر نے اپنے سر سے دستار اتار لی اور یہ عہد کیا کہ جب تک وہ ان کو راہِ راست پر نہیں لے آتے اس وقت تک وہ اپنے سر پر دستار نہیں باندھیں گے۔ جب ۹۸۰ ہجری میں اکبر نے گجرات فتح کیا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ اس موقعہ پر اکبر نے "نصرتِ دین متین بر وفق ارادۂ شما بر ذمۂ معدلت من لازم است" کہتے ہوئے ان کے سر پر اپنے ہاتھ سے دستار باندھی۔[۱۲]

---

۵؎ اکبر نامہ جلد ۳، ص ۲۲۷ ۶؎ ایضاً، ص ۲۳۲

۷؎ تذکرۃ الامراء، ورق ۱۲: الف ۸؎ مآثر الامراء، جلد ۳، ص ۲۵۲

۹؎ شعر العجم، جلد ۳، ص ۴ ۱۰؎ ایضاً ۱۱؎ بدایونی جلد ۳ ص ۷۰

۱۱ تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۰۳ ۱۲؎ مآثر الکرام، جلد ۲، ص ۱۹۵

سید محمد میر عدل کا بھی اکبر پر بڑا اثر تھا۔ عبدالقادر بدایونی رقمطراز ہے کہ وہ فرائض کی انجام دہی میں کسی کی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔ عوام تو عوام خود بادشاہ بھی ان سے گھبراتا تھا[13]۔ ایک بار جب حاجی ابراہیم سرہندی نے یہ فتویٰ دیا کہ مردوں کے لیے سُرخ لباس پہننا جائز ہے تو میر عدل نے بادشاہ کی موجودگی میں حاجی کو بُرا بھلا کہا اور عصا لے کر اسے مارنے پر آمادہ ہو گئے[14]۔ جب اکبر راہ راست سے بھٹکا اور اس نے علماء سے کہا کہ وہ جواز متعہ پر مزید تحقیق کریں تو اس نے مصلحتاً میر عدل کو آگرہ سے بھکر تبدیل کر دیا[15]۔

مذہب کے ساتھ اکبر کی وابستگی اور علوم اسلامیہ کے ساتھ لگاؤ نے اسے فتح پور سیکری میں عبادت خانہ بنانے پر آمادہ کیا[16]۔ جب یہ عمارت بن کر تیار ہوئی تو ہر ہفتے جمعہ کی نماز کے بعد علما وہاں جمع ہونے لگے[17]۔ اکبر خود رات کے وقت اکثر وہاں جا بیٹھتا اور یا ھو اور یا ھادی کا ورد شروع کر دیتا۔ صبح سویرے وہ ایک پتھر کی سِل پر بیٹھ کر مراقبہ کیا کرتا تھا[18]۔

عبادت خانہ کی تعمیر سے اکبر کا مقصد قال اللہ اور قال الرسول کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس لیے اس نے علما اور مشائخ کو وہاں آکر اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض کرنے کی درخواست کی[19]۔ اسی سلسلے میں شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے صاحبزادے کو دعوتِ خصوصی بھیج کر فتح پور سیکری بلایا گیا اور ان کے لیے ایک نشست مخصوص کر دی گئی[20]۔

بد قسمتی سے بعض جاہ پسند علماء مخصوص نشستوں کے لیے جھگڑنے لگے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اسے بادشاہ کے قریب جگہ ملے۔ بادشاہ نے ان کے جھگڑے ختم کرنے کی غرض سے یہ حکم دیا کہ امراء مشرق کی جانب بچھی ہوئی مسندوں پر بیٹھا کریں اور سادات عظام مغرب کی جانب۔ اسی طرح علمائے کرام جنوب کی جانب بچھی ہوئی مسندوں پر بیٹھیں، اور مشائخ کرام شمال کی جانب[21]۔

---

[13] بدایونی، جلد ۲، ص ۲۱۰ [14] ایضاً، ص ۲۱۰، ۲۱۱
[15] ایضاً، ۲۱۰ [16] بدایونی جلد ۲، ص ۱۹۸ [17] ایضاً، ص ۲۰۱
[18] ایضاً ص ۲۰۰ [19] ایضاً ص ۲۰۰ [20] ایضاً ص ۲۰۱
[21] ایضاً، ص ۲۰۲۔

جب مذہبی مباحثے شروع ہوئے تو علما مختلف مسائل میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور بات بڑھتے بڑھتے گالی گلوچ تک جا پہنچی[۲۲] اکبر نے ان کی حرکات پر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بدایونی سے کہا کہ جو عالم اس مجلس میں بیہودہ پن کا مظاہرہ کرے اُسے وہاں سے اٹھادے[۲۳]

مولانا عبداللہ سلطان پوری کو تنگ کرنے کی غرض سے عبادت خانہ میں مدعو کیا گیا۔ علما انھیں خواہ مخواہ مختلف مسائل میں اُلجھانے لگے۔ حاجی ابراہیم سرہندی اُن کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اکبر نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ ابوالفضل جواُن دنوں نوعمر ہی تھا وہ بھی مولانا کے منہ آنے لگا۔ اکبر نے اس کا بھی حوصلہ بڑھایا[۲۴] جب حاجی ابراہیم سرہندی زیادہ ہی منہ زور ہوا تو اکبر نے بدایونی کو آگے بڑھایا، اور اس نے حاجی کے منہ میں لگام دی۔ بدایونی کے مناظرے دیکھ کر اکبر اکثر اپنے مصاحبوں سے کہا کرتا تھا کہ یہ نوجوان عبداللہ سلطان پوری کا سر پھوڑے گا[۲۵] ان مذہبی مباحثوں میں شاید اتنی ناخوشگواری پیدا نہ ہوتی اگر اکبر ابوالفضل، حاجی ابراہیم اور بدایونی جیسے منہ زور عالموں کی پیٹھ نہ ٹھونکتا۔ اس لیے عبادت خانہ میں پیدا ہونے والی تمام بدمزگی کی ذمہ داری براہِ راست اکبر پر عاید ہوتی ہے۔

ان ہی مباحثوں میں ایک بار خانِ جہاں نے مولانا عبداللہ سلطان پوری سے پوچھ لیا کہ کیا ان پر ابھی حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ مولانا نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے تمام حاضرین کو بتایا کہ اس زمانے میں دو وجوہات کی بنا پر فریضۂ حج ساقط ہو چکا ہے:۔

اولاً یہ کہ جو شخص سمندر کے راستے جدہ روانہ ہونا چاہے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ پرتگیزوں سے پاسپورٹ حاصل کرے۔ چونکہ اس پاسپورٹ پر صلیب کے نشان کے علاوہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس طرح کی دستاویزات اپنے پاس رکھے۔

ثانیاً یہ کہ اگر کوئی شخص سمندر کی بجائے خشکی کے راستے حجاز جانا چاہے تو اس کے لیے ایران سے گذرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ ایران پر چونکہ شیعوں کا قبضہ ہے

---

۲۲ھ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۰۲ ۲۳ھ ایضاً ۲۴ھ ایضاً

۲۵ھ ایضاً، ص ۲۰۳

اس وجہ سے کسی سُنّی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ "ملحدوں" کے ملک میں سفر کرے۔"
ان دو صورتوں کے علاوہ اور کسی طریقے سے حجاز پہنچنا ممکن نہیں۔ اس لیے فریضۂ حج ساقط ہو چکا ہے[26] زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لیے بھی اسی طرح کے حیلۂ یہود سے کام نکالا گیا[27] علما کی نجی زندگی اور ان کے کرتوت دیکھ کر بادشاہ کا ان پر سے اعتماد اُٹھ گیا۔ مولانا عبداللہ سے گلو خلاصی کرانے کی غرض سے انھیں جبراً مکہ مکرمہ بھیج دیا گیا[28] کچھ عرصہ گذرنے کے بعد مولانا بلا اجازت ہندوستان چلے آئے لیکن آگرہ پہنچنے سے پہلے ہی احمد آباد میں ان کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے جاسوسوں کی اطلاع پر ان کے "آبائی قبرستان" کو کھدوایا تو ان "قبروں" سے تین کروڑ روپے کی مالیت کی طلائی اینٹیں برآمد ہوئیں[29] ان کا زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کا عذر اور حج پر نہ جانے کا بہانہ اور اسی طرح کے حیلہ ہائے یہود پڑھ کر دَورِ حاضر کے بعض مؤرخوں کو مولانا عبداللہ پر شائیلاک کا گمان گذرتا ہے[30]
شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے شیخ عبدالنبی صدر الصدور اپنے دَور کے بہترین محدث مانے جاتے تھے۔ آپ نے حجاز میں اس دَور کے جید علما سے تعلیم حاصل کی تھی[31] ہر کس و ناکس ان کا دل و جان سے احترام کرتا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ اکبر خود ان کے گھر جا کر درسِ حدیث میں شریک ہوا کرتا تھا[32] اکبر نے ایک بار اپنے ہاتھوں سے ان کے جوتے سیدھے کیے، اور شاہزادہ سلیم کو سماعت حدیث کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا[33] انھوں نے بھی ادائیگی زکوٰۃ سے بچنے کا ایک حیلہ تلاش کر لیا تھا۔ اکبر نے انھیں بھی جبراً حج پر روانہ کر دیا لیکن آپ بھی مولانا عبداللہ سلطان پوری کے پیچھے پیچھے ہندوستان چلے آئے۔ جب اکبر سے ملاقات ہوئی تو جن ہاتھوں سے وہ آپ کے جوتے سیدھے کیا کرتا تھا انہی ہاتھوں سے اس نے آپ کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا[34] اکبر کے حکم سے آپ کو زندان میں ڈال دیا گیا جہاں ابوالفضل

---

[26] ایضاً۔ ص ۲۰۳، ۱ز۔ دبستان مذاہب، ص ۲۶۳۔ [27] بدایونی، جلد ۲، ص ۲۰۳
[28] ایضاً، ۲۰۴ [29] ایضاً۔ ص ۳۱۱۔ ۱ز منتخب اللباب، جلد اول، ص ۲۰۰
[30] ریلجس پالیسی آف اکبر۔ ورق ۸۴ [31] روضۃ الطاہرین، ورق ۵۸۰ ب۔
[32] بدایونی، جلد ۲، ص ۲۰۴ [33] ایضاً [34] ایضاً۔ ص ۳۱۱

نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر انھیں مروا ڈالا۔

مولانا عبداللہ سلطان پوری اور شیخ عبدالنبی کو ٹھکانے لگا کر اکبر علما کے اثر سے نکل گیا۔ اور پھر من مانی کارروائیاں کرنے لگا۔[۳۵] حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خیال میں مولانا عبداللہ سلطان پوری، شیخ عبدالنبی، حاجی ابراہیم سرہندی، تاج العارفین تاج الدین، شیخ مبارک اور اس کے بیٹے جیسے علما بادشاہ کو گمراہی کے راستے پر ڈالنے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں[۳۶]:

"والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است و ہر فتوری کہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومئ علما سوء ست، و فساد نیات ایشان۔"

ان کے شرعی حیلے اور طلب جاہ خود ان کے لیے اور ان کی وجہ سے اسلام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ انھیں "لصوص دین" کے لقب سے یاد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں[۳۷]:

"معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فساد یکہ پیدا شد از شومئ علما سوء بظہور آمدہ ....
علمائے سوء لصوص دین اند۔ مطلب ایشان حب جاہ و ریاست و منزلت نزد خلق است۔"

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علمائے سوء کے اختلافات نے امت کو ایک مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں[۳۸]:

"در قرن سابق اختلاف علما عالم را در بلا انداخت۔"

علما کے زوال کے بعد بادشاہ صوفیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں ہندوستان روحانی طور پر دیوالیہ ہو چکا تھا اور پورے ہندوستان میں ایسا بزرگ کوئی نہ تھا جو عوام کی راہ نمائی کر سکتا۔ اور جو صوفی ان دنوں میں حیات تھے وہ وحدۃ الوجود کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور ان کا بیشتر وقت سکر کے عالم میں گزرتا تھا۔ بدایونی رقمطراز ہے کہ قاضی امان اللہ پانی پتی کے بھتیجے شیخ تاج الدین بادشاہ کے سامنے قرآن کی تفسیر وحدت الوجود کے رنگ میں کیا کرتے تھے[۳۹] خود شیخ امان اللہ، شیخ محی الدین اکبر ابن عربی کے بے حد مداح تھے اور وہ ہمیشہ وحدۃ الوجود کے

---

۳۵ مراۃ جہان نما، ورق ۱۲۸ ب ۳۶ مکتوبات امام ربانی، جلد اول مکتوب نمبر ۳۳
۳۷ ایضاً ۳۸ ایضاً، مکتوب نمبر ۵۳، ۳۹ بدایونی۔ جلد دوم۔ ص

موضوع پر ہی درس دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں بھی لکھی تھیں[40] ہندوستان میں صوفیا کے حلقوں میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔

اسی طرح شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ بھی اپنے عہد میں وحدت الوجودی صوفیوں کے سرخیل تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی مسجد میں اسی موضوع پر درس دیا۔ جب ان کا درس ختم ہوا، تو ان کے بیٹوں نے ان کے نظریات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر شیخ عبدالقدوس بڑے ناراض ہوئے اور ناراضگی کے عالم میں آپ نے یہ فرمایا کہ وہ ایسے شہر میں رہنے کے لیے تیار نہیں جہاں کے باشندے وحدت الوجود پر ایمان نہ رکھتے ہوں[41] ان کے فرزند شیخ رکن الدین رقم طراز ہیں کہ اس واقعہ کے بعد شیخ بزرگؒ نے اپنے بیٹوں کی اقتدا میں نماز پڑھنا ترک کر دی اور جب اُن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میرا دین اور ہے، اور ان کا دین اور ہے[42]

ایک بار شیخ عبدالقدوسؒ کے جلیل القدر مرید شیخ جلال الدین تھانیسریؒ ان سے ملنے آئے۔ جب آپ نے انھیں دُور سے آتے دیکھا تو فرمایا: "ہمانجا باش و بگو کہ چہ دین داری و چہ مشرب داری"[43] جب انھوں نے بتایا کہ ان کا بھی وہی دین اور مشرب ہے جو شیخ کا ہے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان سے گلے ملے۔

ان امثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دَور کے تمام صوفیا وحدۃ الوجود کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور اٹھتے بیٹھتے اسی نظریہ کا پرچار کیا کرتے تھے۔ ہر چند شیخ عبدالقدوس کا انتقال اکبر کی تخت نشینی سے کئی سال پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن ہندوستان کی فضا میں ان کے درس کی صدائے بازگشت ہنوز گونج رہی تھی۔

ڈاکٹر یوسف حسین رقمطراز ہیں کہ اکبر کے زمانے میں وحدۃ الوجود کا نظریہ اسلامی ہندوستان میں عام ہو چکا تھا اور صوفیائے کرام پر صحو کی بجائے سکر غالب آ گیا تھا[44] اکبر کے دین الٰہی کا اس نظریہ سے قریبی تعلق تھا[45] ڈاکٹر تاراچند فرماتے ہیں کہ اس نظریہ سے یہ بات اکبر پر عیاں ہو

---

[40] اخبار الاخیار، ورق ۱۸۷ ب [41] لطائف قدوسی، ص ۵۹، [42] ایضاً ص
[43] ایضاً [44] گلمپسز آف دی میڈیول انڈین کلچر، ص ۷۵ [45] ایضاً

چکی تھی کہ خدا کی پرستش کے بہت سے طریقے ہیں اور یہ کہ تمام مذاہب مبنی بر صداقت ہیں اور جب تمام موجودات مظاہر الٰہی ہیں تو پھر بچھڑے اور ستارے کی صورت میں بھی خدا ہی کی پوجا ہوگی۔ اس عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم ہو جائیں گے۔ اور انسان میں برداشت کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔[۴۷]

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ہندوستان اس عہد میں روحانی طور پر دیوالیہ ہو چکا تھا اور اس وقت کوئی مرد خدا اس قابل نہ تھا کہ وہ عوام کی روحانی رہنمائی کر سکتا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور شیخ سماء الدین سہروردیؒ عوام الناس میں زیادہ مقبول نہ ہو سکے۔ تاریخ شاہی اور مخزن افغانی کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صحو پر سُکر غالب آچکا تھا اور ملک میں مجاذیب کی بھرمار تھی۔ نعمت اللہ ہروی نے ایسے بے شمار مجاذیب کا ذکر کیا ہے جو اس عہد میں موجود تھے۔ ان میں سے میاں قاسم خلیل، شیخ علی سرمست، شیخ حمزہ، شیخ جمال کاکر، علی مجذوب، شاہ محمدؒ، شیخ منگی، شیخ دتو شروانی اور شیخ عارف قابل ذکر ہیں۔[۴۸] مفتی سرور لاہوری نے بھی شیخ حسین لاہوری کا شمار ان ہی مجاذیب میں کیا ہے[۴۹] ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار کے خاتمہ پر ان جیسے بے شمار مجاذیب کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہوش مند صوفیوں کا فقدان تھا اور ملک میں جا بجا مجاذیب پھیلے ہوئے تھے جو شریعت کی قید سے آزاد تھے۔ ان کی آزاد مشربی اور خلاف شریعت حرکات دیکھ کر عوام بھی آزاد مشرب اور بے شرع ہو رہے تھے۔ نیز ان مجاذیب کی اکثریت عشق مجازی میں پھنسی ہوئی تھی۔ تاریخ شاہی کے مصنف نے ان کی بے شمار عشقیہ داستانیں مزے لے لے کر بیان کی ہیں۔

اکبر کے ایک ہم عصر بزرگ، اخوند درویزہ اپنی مشہور تصنیف ارشاد الطالبین میں اس عہد کے سجادہ نشینوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "خصوصاً درین زمانہ فساد کہ اکثر آدم صورت و شیطان سیرت بر سجادہ پدر و پدر کلاں خود نشستہ اند"۔[۵۰] ایسے ہی پیشہ ور صوفیوں نے اس عہد

---

۴۶ دی انفلوئنس آف اسلام ان انڈین کلچر، ص ۴۷ ۴۷ ایضاً

۴۸ مخزن افغانی، ورق ۱۹۴ ب، ۲۰۰ الف، ۲۰۱ الف، ۲۰۴ الف، ۲۰۷ الف، ۲۱۹ ب۔

۴۹ خزینۃ الاصفیاء۔ جلد اوّل، ص ۱۴۱ ۵۰ ارشاد الطالبین، ص ۲۹۹

ین عوام کے اخلاق کو بگاڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ایک جگہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں: "و اکثر جہلائے صوفی نمائے ایں زمانہ حکم علماء سوء دارند، فساد ایں ہا نیز فساد متعدی است[۵۱]"

اخوند درویزہ نے اپنی ایک دوسری تصنیف تذکرۃ الابرار والاشرار میں ایسے بے شمار صوفیوں کا ذکر کیا ہے جو پہلے خود گمراہ ہوئے اور پھر دوسروں کو بھی خوب گمراہ کیا۔ ان "اشرار" میں سے ایک "شریر" پیر طیب نامی افغان تھا جو مسئلہ آواگون کا پرچار کیا کرتا تھا[۵۲] اسی طرح ایک نام نہاد پیر ملا عبدالرحمٰن قیامت کا منکر تھا[۵۳] ایک اور "شریر" الیاس افغان برہمنوں کی طرح زنار پہنا کرتا تھا[۵۴] اسی طرح محمد ضیاء نامی ایک افغان مسئلہ تناسخ پر ایمان رکھتا تھا اور "اباحت" کا پرچار کیا کرتا تھا[۵۵] اسی عہد میں ولی نامی ایک افغان پیر نے مسئلہ تناسخ کا پرچار کر کے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ اخوند درویزہ فرماتے ہیں کہ اوّل اوّل اس نے نبوت کا دعوےٰ بھی کیا تھا۔ لیکن بعد ازاں وہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تھا[۵۶] جس طرح خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اس کی دیکھا دیکھی غزغشتی قبیلہ کے ایک افغان کریم داد نے بھی ایسے ہی دعوے کر کے کافی لوگوں کو غلط راستے پر ڈال دیا[۵۷]

ٹھیک اسی زمانے میں پیر پہلوان نامی ایک شخص خراسان سے آکر جکدرہ کے قریب آباد ہوا۔ اس نے افغانوں میں "علی پرستی" شروع کرا دی۔ علاوہ ازیں اس نے نماز پنجگانہ اور ماہ رمضان کے روزے منسوخ کر کے اپنے مریدوں کے لیے شراب اور زنا کو حلال کر دیا[۵۸] اسی طرح محمدزئی قبیلہ کے ایک فرد، شیخ یوسف نے طریقہ اباحتیہ اپنا لیا[۵۹] ۹۸۱ ہجری میں مراد نامی ایک شخص نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا[۶۰] اس سے قبل محمود نامی ایک ایرانی نبوت کا دعویٰ کر چکا تھا[۶۱]

---

۵۱ مکتوبات امام ربانی جلد اوّل، مکتوب نمبر ۴۷ ۵۲ تذکرۃ الابرار والاشرار، ص ۱۶۲

۵۳ ایضاً، ص ۱۷۰۔ ۵۴ ایضاً۔ ص ۱۶۵

۵۵ ایضاً، ص ۱۷۱ ۵۶ ایضاً، ص ۱۶۳ ۵۷ ایضاً، ص ۱۶۴

۵۸ ایضاً، ص ۱۶۲ ۵۹ ایضاً، ص ۱۷۱

۶۰ تاریخ الفی، ورق ۷۸۴ ب ۶۱ ایضاً

مندرا نام افغان قبیلہ کے بہت سے لوگوں نے قطب اور غوث ہونے کے دعوے کیے ان میں سے ملا میرو نامی ایک "قطب" یہ کہا کرتا تھا کہ عرش کے اوپر ایک فرش ہے اور اس پر ایک بہت بڑا پتھر دھرا ہوا ہے: اس پتھر کے اوپر ایک بڑا خیمہ تنا ہوا ہے جس کے ستر ہزار دروازے ہیں۔ اس خیمہ کے اندر ایک تخت رکھا ہوا ہے۔ جس پر خدا بیٹھتا ہے۔ اور یہ ایک راز ہے جسے علما نہیں جانتے[۶۲]

ان "اشرار" میں غالباً سب سے زیادہ "شریر" پیر روشن تھا۔ جسے مغلیہ عہد کے مؤرخ پیر تاریک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ مشرقی پنجاب کے مشہور شہر جالندھر میں افغانوں کے آخری دورِ حکومت میں پیدا ہوا۔ مغلوں کے ابتدائی ایام حکومت میں وہ اپنی ماں کے ساتھ آزاد علاقے میں چلا گیا۔ لیکن ہوش سنبھالتے ہی حصول تعلیم کے لیے وہ دوبارہ ہندوستان آیا۔ اس زمانے میں کالنجر میں ملا سلیمان نامی ایک اسمٰعیلی کے مدرس کا بڑا شہرہ تھا[۶۴] پیر روشن نے اس کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور اسمٰعیلی استاد کی صحبت میں رہ کر عجیب و غریب عقاید اپنا لیے تعلیم سے فراغت پاتے ہی پیر روشن آزاد علاقے کی طرف لوٹ گیا[۶۵] محسن فانی کے قول کے مطابق اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے[۶۶] علاوہ ازیں پیر روشن کے خیال میں نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری نہ تھا[۶۷] اسی طرح اس نے غسلِ جنابت بھی منسوخ کر دیا[۶۸] اخوند درویزہ کے بیان کے مطابق "این ملعون بر عقیدۂ مذہب تناسخ رفتہ بود"[۶۹] اس کے علاوہ پیر روشن "دزدی و رہزنی را پیشہ گرفتہ فقرا و مسافراں را می کشت خوں ہائے ایشاں و مالہائے ایشاں را حلال می داشت"[۷۰] اس کے افغان ساتھیوں کو اس کی تعلیمات میں فائدے ہی فائدے

---

[۶۲] تذکرۃ الابرار والاشرار، ص ۱۶۸، [۶۳] اے فیو فیزز آف دی افغانز ان جالندھر ڈسٹرکٹ، ص ۴۲

[۶۴] ا۔ ایضاً۔ ص ۴۲۔ ا ا۔ دی سپرٹ آف اسلام، ص ۳۴۳، ۳۴۴

[۶۵] اے فیو فیزز آف دی افغانز ان جالندھر ڈسٹرکٹ، ص ۴۲

[۶۶] دبستانِ مذاہب ص ۲۴۸-۲۵۰۔ [۶۷] ایضاً ۲۵۰، [۶۸] ایضاً ص ۲۵۰

[۶۹] تذکرۃ الابرار والاشرار، ورق ۱۲۵ ب

[۷۰] ایضاً۔

نظر آئے اور اُن کی اکثریت اس کی طرف دار ہوگئی۔ اس نے اپنے ماننے والوں کی "ہدایت" کے لیے خیرالبیان نامی ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اخوند صاحب اُس کتاب کو اپنی تحریروں میں "شرالبیان" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی تحریروں میں پیر روشن اور اس کی تحریک کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔

تذکرۃ الابرار والاشرار اور مخزنِ اسلام اخوند درویزہ کی مشہور تصانیف ہیں اور ان میں آپ نے اپنے عہد کے تمام ملحدوں کے نظریات کی تکذیب کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی صحبت سے بچنے کی تلقین کی ہے آپ ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے آزاد قبائل میں فتنۂ ارتداد اور الحاد کو بڑھنے سے روکا۔ مخزنِ اسلام میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "بیقین می باشد کہ اگر فقیر را در میان نمی بود از افغانان یوسف زئی کسے مسلمان نمی ماند"[۱۵۷] آپ کے بعد آپ کے خلف الرشید نور محمدؒ نے آپ کا مشن جاری رکھا۔ ان کی روحانی تربیت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ نے کی۔ لیکن انھیں خرقۂ خلافت شیخ آدم بنوریؒ نے عطا فرمایا تھا۔

یہ تھی سولہویں صدی کے اختتام پر ہندوستان کی مذہبی فضا جس میں اکبر دینِ اسلام سے برگشتہ ہوا اور اس نے دین الٰہی کی بنیاد رکھی۔ میرے خیال میں ہندوستان کی یہ فضا اکبر کے لیے سازگار تھی اور اس نے بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی ایک نئے دین کی طرح ڈالی۔

جن دنوں اکبر علما سے بیزار ہوا، انہی ایام میں بدقسمتی سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس نے صورتِ حال کو بد سے بدتر بنا دیا۔ بدایونی رقمطراز ہے کہ متھرا کے قاضی عبدالرحیم نے تعمیر مسجد کے لیے سامان جمع کیا لیکن ایک چالاک برہمن نے راتوں رات وہ سامان اٹھا کر مندر کی تعمیر میں لگا دیا۔ جب مسلمانوں نے اس سے باز پرس کی تو وہ اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔ قاضی صاحب نے صدر الصدور ملا عبدالنبی کی عدالت میں برہمن کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ صدر الصدور نے برہمن کے نام عدالت میں حاضر ہونے کا سمن جاری کیا لیکن اس نے تعمیلِ سمن سے صاف انکار کر دیا۔ اکبر نے موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے بیربل اور ابوالفضل کو متھرا بھیجا اور وہ برہمن کو سمجھا بجھا کر دربار میں لے آئے۔

---

۱۵۷ مخزنِ اسلام ورق ۲ الف۔ تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۹

اکبر نے ابوالفضل کو اس واقعہ کی چھان بین پر مامور کیا۔ ابوالفضل کی تحقیق کے بعد برہمن مجرم قرار پایا[۵۲] علما اس شاتم رسولؐ کو پھانسی دینے پر تلے ہوئے تھے۔ اتفاق سے وہ نابکار اکبر کی بیوی جودھا بائی کا پروہت تھا۔ اور بیوی کے زیر اثر اکبر اسے بچانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ صدر الصدور کے اختیارات میں مخل ہونا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے یہ معاملہ ملاّ عبدالنبی پر چھوڑ دیا اور انھوں نے بھی بادشاہ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس برہمن کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ اس پر اکبر ملاّ عبدالنبی سے بہت برہم ہوا۔ ایک طرف تو "دختران راجہائے ہند" نے اس کے کان بھرے کہ اس نے ملاؤں کو اتنا سر پر چڑھا لیا ہے کہ وہ اس کی مرضی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ دوسری طرف ملاّ عبدالنبی کے کسی مخالف نے موقع پاتے ہی بادشاہ کے حضور میں یہ سوال اٹھایا کہ گو ملاّ صاحب امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کے جدّ امجد کے نزدیک شاتم رسولؐ سزائے موت پانے کا مستحق نہیں ہے[۵۳] اس پر بادشاہ مزید بگڑا۔

اتفاق سے انہی دنوں بادشاہ کی سال گرہ کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر شیخ مبارک ناگوری بادشاہ کی خدمت میں تہنیت پیش کرنے کی غرض سے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو مغموم پاکر اس کا سبب دریافت کیا تو بادشاہ نے اُسے برہمن کے قتل کے واقعہ سے آگاہ کیا۔ اس پر شیخ مبارک نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ چونکہ خود امام عادل ہے اس لیے وہ علما کے فتاویٰ کا محتاج نہیں بلکہ وہ خود مجتہد ہے اور مذہبی امور میں اس کا فیصلہ قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ نے شیخ مبارک سے کہا کہ وہ اسے علما کے چنگل سے چھڑانے کی کوئی تدبیر سوچے۔ اس پر شیخ مبارک نے ایک محضر تیار کیا، اور اس پر تمام علما کے دستخط کروا لیے۔ اس محضر کی رُو سے اکبر کو امام عادل قرار دیا گیا اور مذہبی امور میں اس کا فیصلہ حرفِ آخر قرار دیا گیا[۵۴]

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، محضر نامہ کی تیاری سے پہلے ہی اکبر کے

---

۵۲ بدایونی، جلد ۲۔ ص ۸۰ ۵۳ ایضاً۔ ص ۷۳

۵۴ مآثر رحیمی، جلد اول، ص ۸۶۶ - ۸۶۷

خود غرض مصاحبوں نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ خلفائے راشدین کی طرح مذہبی امور کا بھی سربراہ ہے اس لیے اسے جمعہ کے روز ان کی تقلید کرتے ہوئے خطبہ بھی دینا چاہیئے۔ چنانچہ یکم جمادی الاول ۹۸۷ ہجری کو اکبر فتح پور سیکری کی مسجد میں خطبہ دینے کی غرض سے منبر پر چڑھ گیا[75] بدایونی رقمطراز ہے کہ منبر پر چڑھتے ہی بادشاہ پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ فیضی کے دو تین اشعار پڑھ کر منبر سے اُتر آیا[76]

شیخ مبارک جس نے محضر نامہ کی رُو سے اکبر کو امام عادل بنا کر لامحدود اختیارات کا مالک بنا دیا تھا، بڑا چالاک عالم تھا اور اکثر لوگ اُسے شیعہ سمجھتے تھے[77] اور یہ حقیقت ہے کہ اس کے آباو اجداد یمن کے رہنے والے تھے جو زیدی اور سلیمانی شیعوں کا مرکز تھا شیخ مبارک کا مورثِ اعلیٰ یمن سے سندھ آکر ریل نامی ایک قصبہ میں آباد ہوا۔ سندھ اور گجرات اس زمانے میں اسمٰعیلی شیعوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ اس کے آباو اجداد مُدت تک اس ماحول میں آباد رہے۔ شیخ مبارک کا والد شیخ خضر ریل کی سکونت ترک کرکے ناگور میں جا بسا اور وہیں شیخ مبارک پیدا ہوا[78]

پٹھانوں کے آخری ایام حکومت میں جب راجستھان میں راجپوتوں نے سر اٹھایا اور ان کا راہنما رانا سانگا ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا تو راجپوتوں نے راجستھان کی مسلم لبستیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حالات میں شیخ مبارک ناگور سے احمد آباد چلا گیا جو مدتوں سے اسمٰعیلی اور بوہرہ مبلغوں کی سرگرمیوں کا مرکز چلا آرہا تھا[79] کچھ عرصہ بعد وہ آگرہ چلا گیا اور وہاں ایک مدرسہ میں درس و تدریس میں مشغول ہوگیا[80] جن دنوں مہدوی تحریک نے زور پکڑا اور مہدوی معتوب ہوئے ان ایام میں بھی اس کی دوستی مہدوی راہنما شیخ علائی کے ساتھ قائم رہی۔ اس پر لوگ اسے بھی مہدویوں میں شمار کرنے لگے۔ اکبر کے ابتدائی دورِ حکومت تک مہدویوں کی پکڑ دھکڑ جاری تھی اور ملا عبداللہ سلطان پوری اور ملا عبدالنبی ابھی

---

۷۵ ا۔ زبدۃ التواریخ۔ ورق ۲۰۲ الف۔ ۲۔ فیضی سرہندی، اکبرنامہ ورق ۱۴۹ ب

۷۶ بدایونی جلد دوم، ص ۲۶۸، ۷۷ اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ۴، ص ۱۸۔

۷۸ مآثرالامراء، جلد ۲، ص ۵۸۴۔ ۷۹ ایضاً ۸۰ ایضاً

چُن چُن کر قتل کروا رہے تھے۔ اس زمانے میں ان کی توجہ شیخ مبارک پر بھی مبذول ہوئی لیکن وہ پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے خاندان سمیت کہیں روپوش ہوگیا[۵۸۱]

اکبر کے زمانے میں جب صوفی مقرب بارگاہِ سلطانی ہوئے تو شیخ مبارک نقشبندی سلسلہ کا درویش مشہور ہوا[۵۸۲] ابوالفضل نے بھی ایک موقعہ پر اسے نقشبندی لکھا ہے[۵۸۳] اس کے کچھ عرصہ بعد وہ نقشبندیوں سے قطع تعلق کرکے درویشوں کے ہمدانیہ سلسلے سے منسلک ہوگیا[۵۸۴] لیکن جب دربار میں شیعہ اثر و رسوخ بڑھا تو شیخ کے لباس اور اطوار کو دیکھ کر لوگ اسے بھی شیعہ ہی سمجھنے لگے[۵۸۵] بدایونی کے قول کے مطابق اس کی شیعوں کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی اور اس کا ایک داماد خداوندخان بڑا متعصب شیعہ تھا[۵۸۶] تاریخ پنجاب کے مصنف بوٹے شاہ نے شیخ مبارک کا شمار "ملاحدہ" میں کیا ہے[۵۸۷] سرولزلی ہیگ رقمطراز ہے کہ شیخ مبارک مختلف ادوار میں سُنّی، شیعہ، صوفی اور مہدوی کے علاوہ اور خدا جانے کیا کیا رہ چکا تھا[۵۸۸] میری ناقص رائے میں شیخ مبارک آزاد خیال اور وسیع المشرب عالم تھا اس لیے وہ مختلف مکاتب فکر کے علما سے بڑی آزادی سے ملتا جلتا تھا۔ کبھی کبھی میرے ذہن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ اس کے آبا و اجداد یمنی النسل شیعہ تھے اور وہ خود بھی شیعہ ماحول میں بڑھا پلا تھا، اس لیے حاکمِ وقت کا مزاج دیکھ کر وہ تقیہ کر لیتا تھا اس کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ عبادت خانہ کے مباحثوں میں اپنے مخالفین پر ہمیشہ شیعہ اور اسمٰعیلی ہتھیاروں سے حملے کیا کرتا تھا۔

اکبر کے دادا بابر کے عہد میں ترکی کے سلطان سلیم کو چونکہ دنیائے اسلام نے خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور دنیا بھر کے سُنّی اُسے نبی اکرمؐ کا جانشین مان چکے تھے۔ اس لیے ایک خلیفہ کی موجودگی میں اکبر کے لئے دعوائے خلافت کرنا آسان نہ تھا۔ اس لیے شیخ مبارک نے اپنی چالاکی سے اُسے "امام عادل" بنادیا۔ اور یہ بات یاد رہے کہ خلیفہ کی موجودگی میں شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق امام ہوسکتا ہے۔

---

۵۸۱ دی ہسٹری آف انڈیا، ص ۵۲۱
۵۸۲ مآثرالامرا، جلد ۲، ۵۸۵
۵۸۳ آئین اکبری، جلد ۲، ص ۲۶۰
۵۸۴ مآثرالامرأ، جلد ۲، ص ۵۸۵۔
۵۸۵ ایضاً
۵۸۶ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۷۲
۵۸۷ تاریخ پنجاب، ورق ۱۳۱ الف
۵۸۸ دی کیمبرج ہسٹری آف پرشیا، جلد ۳، ص ۱۸۔

جیسے شیخین کے زمانے میں حضرت علیؓ با قاعدہ امام تھے۔

اس زمانے میں سیدھے سادے سنیوں کے لیے یہ معمولی لقب کی حیثیت رکھتا ہوگا لیکن اصل میں لقب کی حیثیت اس سے کہیں زیادہ تھی۔ غیر عرب قوموں نے خصوصاً ایرانیوں نے، اپنے حاکموں کو بعض خدائی صفات سے متصف کر کے انھیں خدائی حقوق ( DIVINE RIGHTS ) دے رکھے تھے۔ اکبر کو امام عادل اور امام زمان بنانے میں شیخ مبارک کا یہی مقصد تھا۔[۸۹]

جب اکبر کے حکم سے مہابھارت کا فارسی میں ترجمہ ہوا تو ابوالفضل نے اس کا دیباچہ لکھا تھا۔ اس دیباچہ کو بغور پڑھ کر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں کا اکبر کو امام عادل بنانے سے کیا مقصد تھا۔ دراصل وہ اکبر کو فاطمی امام کے پورے اختیارات دلوانا چاہتے تھے۔[۹۰] ابوالفضل نے اس دیباچہ میں اکبر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: آن سلطان عادل برہان کامل دلیل قاطع خداداتی حجت ساطع رحمت رحمانی قافلہ سالار راہ حقیقی و مجازی۔[۹۱] اس کے علاوہ وہ اکبر کو "ہادی علی الاطلاق و مہدی باستحقاق" اور "خلیفۃ اللہ" کے القابات سے بھی یاد کرتا ہے۔[۹۲] شاید اسی "باریک تر ز مو نکتہ" کو سمجھتے ہوئے بدایونی، ابوالفضل کے متعلق لکھتا ہے: "آتش در جہان انداختہ وچراغ صباحیاں کہ چراغ گرفتن در روز روشن داشت روشن گردانیدہ"۔[۹۳]

بدایونی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابوالفضل حسن ابن صباح کی مشعل لے کر دربار میں آیا اور اس نے پورے جہان کو آگ لگا دی۔ مشعل صباحیان سے بدایونی اسمٰعیلی ترکیبیں مراد لیتا ہے۔ غالباً ابوالفضل کی اسی چالاکی اور ہوشیاری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا بھانجا عبدالصمد اس کے متعلق لکھتا ہے: "شیخ ابوالفضل وزیر خاقان ہوش ربائے زمانہ زمانیان"۔[۹۴]

ڈاکٹر احمد بشیر صاحب اپنے تحقیقی مقالہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ عبادت خانہ کے مباحثوں میں ابوالفضل کا انداز بحث اور اکبر کو مہدی بنانے کا نظریہ عملی طور پر اسمٰعیلی ہیں۔ اس نے اکبر کو جولا محدود مذہبی اختیارات دیے ہیں اور اُسے علم لدنی کا حامل بتاتے ہوئے اس کے ساتھ جو معجزات منسوب کیے ہیں

---

۸۹ لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ۴، ص ۱۸۔ ۹۰ مہابھارت، ورق ۴ الف تا ۱۴ ب

۹۱ ایضاً ورق ۴ الف، ب ۹۲ ایضاً، ۹۳ بدایونی۔ جلد ۲، ص ۱۹۸

۹۴ مکاتبات علامی، ورق ۲ الف

وہ اکبر کو اسمٰعیلی امام کا ہم پلہ بنا دیتے ہیں۔[95]

ڈاکٹر احمد بشیر صاحب، شیخ مبارک اور اس کے فرزندوں کی اکبر کو امام عادل بنانے کی چال کو سمجھ گئے ہیں۔ اسی روشنی میں اگر ہم ابو الفضل کی اکبر کے متعلق تمام تحریروں کو جمع کریں تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ابو الفضل واقعی اکبر کو شیعہ یا اسمٰعیلی امام کی جملہ صفات سے متصف کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ابو الفضل رقمطراز ہے کہ اکبر کی پیدائش سے پہلے اس کی ماں کو حضرت مریمؑ کی طرح بشارات غیبی، بشاراتِ قدسی ہوا کرتے تھے[96] گویا وہ اکبر کو شیعہ یا اسمٰعیلی امام کی طرح مادر زاد ولی دکھانا چاہتا ہے۔ ایک موقع پر بدایونی رقمطراز ہے کہ اکبر کے بعض مصاحب اسے "صاحبِ زمان" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔[97] اور یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ لقب صرف شیعہ یا اسمٰعیلی امام یا مہدی کے لیے ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ابو الفضل لکھتا ہے کہ اکبر اپنے عہدِ طفولیت میں آغوشِ مادر میں ــ مسیح وار ــ باتیں کیا کرتا تھا[98] اسی طرح جب اس کے چچا کامران میرزا نے ہمایوں کی قلعۂ بالا حصار پر گولہ باری کے دوران اکبر کو قلعہ کی فصیل پر بٹھا دیا تو اس کا بچ نکلنا ایک بڑا معجزہ تھا[99] ابو الفضل کے ایک ہم عصر مورخ عباس شروانی نے تو یہ کہہ کر خوشامد کی حد ہی کر دی ہے کہ اکبر پر وحی نازل ہوا کرتی تھی[100] یہ سب باتیں اکبر کو شیعہ یا اسمٰعیلی امام کی طرح مادر زاد ولی ثابت کرنے کے لیے گھڑی گئی ہیں۔

ایک بار جب اکبر پنجاب میں نندنہ کے نواح میں شکار میں مصروف تھا تو ایک درخت کے نیچے اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی[101] اس نے فوراً شکار سے ہاتھ کھینچ لیا اپنا سر منڈوایا غرباء و مساکین میں نقد و جنس تقسیم کیے اور اس مقام پر ایک عمارت بنانے اور اس کے گرد باغ لگانے کا حکم دیا[102] بدایونی لکھتا ہے کہ اس واقعہ کی خبر آناً فاناً پورے ملک میں پھیل گئی اور لوگ اس کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ بس پھر کیا تھا جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں تھیں[103] مولانا مناظر احسن مرحوم کا یہ خیال تھا کہ اکبر نے یہ قصہ سنا ہوا تھا کہ مہاتما بدھ کو ایک درخت کے نیچے گیان حاصل ہوا تھا،

---

۹۵ ریلجس پالیسی آف اکبر، ورق ۹۵، ۹۶ ۹۶ اکبر نامہ۔ جلد اول، ص ۱۱ تا ۱۷

۹۷ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۷۸ ۹۸ اکبر نامہ جلد اول، ص ۱۸۷ ۹۹ ایضاً، ص ۲۶۶

۱۰۰ تاریخ شیر شاہی، ورق ۲ الف ۱۰۱ بدایونی جلد ۲، ص ۲۵۳

اکبر نے بدھ کی نقالی کی تھی[١٠٤]

مشہور شیعی مورخ سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ شیعوں کے بعض فرقے مثلاً نعمانیہ، خطابیہ اور اسحاقیہ تناسخ پر یقین رکھتے تھے[١٠٥] ہمارا ایک ہمعصر اسمٰعیلی مورخ علی محمد جان محمد چھارا اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اسمٰعیلیوں کے بعض فرقے نہ صرف یہ کہ تناسخ کے قائل ہیں بلکہ وہ فاطمی خلیفہ حاکم کو خدا کا اوتار بھی مانتے ہیں[١٠٦] حاکم کے عہد میں مصر کے یہودی، عیسائی اور قبطی اُسے "یا ربنا" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ اسی طرح دروزی فرقہ کے پیرو بھی تناسخ کے قائل ہیں[١٠٧]

جن دنوں اکبر دین اسلام سے برگشتہ ہوا انہی ایام میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے دکن کا ایک برہمن ہادون نام مشرف بہ اسلام ہوا، اس نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے فارسی تراجم بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ وہ اکثر بعض دقیق مسائل کی تشریح بھی بادشاہ کے حضور میں کیا کرتا تھا۔ اس نے ہندوؤں کے عقاید کو مسلمانوں کے عقاید کے ساتھ ملا کر ایک معجون مرکب تیار کیا۔ بدایونی کے خیال کے مطابق ہادون نے بادشاہ کے عقاید بگاڑنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا[١٠٨]

اکبر تناسخ پر یقین کامل رکھتا تھا[١٠٩] اور ابو الفضل بادشاہ کے حکم سے امراء کو تناسخ کا مسئلہ سمجھایا کرتا تھا[١١٠] بدایونی اور دوسرے سبھی مورخ اس پر متفق ہیں کہ بادشاہ اکثر رات کے وقت تنہائی میں دیوی نامی برہمن سے ملا کرتا تھا، یہ وہی شخص تھا جس نے بادشاہ کو آفتاب اور کواکب پرستی کی تعلیم دی تھی[١١١] اسی طرح ایک اور برہمن پرکھوتم نام بھی بادشاہ کا منظورِ نظر تھا۔ اور بقول بدایونی اسی کے زیر اثر بادشاہ تناسخ کا قائل ہوا تھا[١١٢]

34146

ان برہمنوں اور ہندو بیویوں کے زیر اثر اکبر نے ہندوؤں کی بہت سی رسومات اپنائی تھیں۔ اس کے محل میں راکھی، دسہرہ، دیوالی، بسنت اور جنم اشٹمی کے تہوار بڑے تزک و احتشام سے منائے

---

١٠٤ تذکرہ مجدد الف ثانی، ص ۵۳ ١٠٥ دی سپرٹ آف اسلام، ص ٣٤٣

١٠٦ نور المبین حبل اللہ المتین، ص ٢٩٨، ١٠٧ ایضاً، ص ٢٩٩، ١٠٨ بدایونی، جلد ٢، ص ٢١٢

١٠٩ ایضاً، ص ٣٠٠، مراۃ جہان نما، ورق ١٢٨ الف، آئین اکبری، جلد ٢، ص ٢٣٩، اورینٹل کانفرنس پیپرز ص ٧٨، ١١٠ بدایونی، جلد ٢، ص ٣٠٠۔ ١١١ ایضاً ص ٢٥٧، از اخبار محبت، ورق ٨٩ الف۔

١١٢

جلتے تھے۔ وہ کبھی کبھی ہندوؤں کی طرح اپنے ماتھے پر تلک بھی لگا لیتا تھا[۱۱۳] ان وجوہات کی بنا پر ہندو اسے "اپنا" ہی سمجھتے اور جگت گورو کہہ کر اسے مخاطب کیا کرتے تھے[۱۱۴] بقول بدایونی، ہندوؤں میں ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہو چکا تھا جو اسے رام اور کرشن کا اوتار سمجھتا تھا[۱۱۵] ہندوؤں کو مزید خوش کرنے کے لیے اس نے جزیہ معاف کر دیا اور ان کو بھی مسلمانوں کے مساوی حقوق دے دیئے[۱۱۶]

کرم چند نامی ایک جینی عالم مہاراجہ بیکانیر کا وزیر تھا۔ اس نے کسی وجہ سے مہاراجہ کی ملازمت سے استعفا دے دیا، اور اکبر کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس نے جے چند سوری نامی ایک جینی عالم سے اکبر کا تعارف کروایا[۱۱۷] اس کے ساتھ نشست و برخاست کا اکبر پر یہ اثر ہوا کہ اس نے پیاز اور گوشت کھانا چھوڑ دیا[۱۱۸] اس کے علاوہ اس نے مختلف ایام میں لوگوں کو جانور ذبح کرنے سے منع کر دیا۔

عام ہندوؤں کی طرح بادشاہ بھی بدھ کے روز گائے کے درشن کرنا سعادت جانتا تھا۔ اس کے علاوہ مختلف ہندو تہواروں پر بھی وہ گائے کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا[۱۱۹]

ایک بار گجرات میں سورت کے قریب اس کی ملاقات مشہور پارسی موبد دستور جی مہرجی رانا سے ہوئی۔ اکبر نے اُسے اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی[۱۲۰] چنانچہ وہ ۱۵۷۸ء میں فتح پور سیکری پہنچا اور عبادت خانہ کے مباحثوں میں سرگرم حصّہ لینے لگا۔ اس کے زیر اثر اکبر آفتاب پرستی کے علاوہ آگ کی تعظیم بھی کرنے لگا اور اس چیز نے بہت سے لوگوں کو اس شبہ میں ڈال دیا کہ وہ پارسی مذہب اختیار کر چکا ہے[۱۲۱] اس کے علاوہ اس نے یہ حکم دیا کہ شام کے وقت

---

[۱۱۳] دی مغل ایمپائر، ص ۱۷۵ [۱۱۴] مغل ایڈمنسٹریشن، ص ۱۵۰۔

[۱۱۵] بدایونی جلد ۲، ص ۳۲۶ [۱۱۵] بدایونی، جلد ۲، ص ۳۲۶۔

[۱۱۶] دی ریلجس پالیسی آف دی مغل ایمپررز، ص ۲۳

[۱۱۷] ایضاً، ص ۲۲ [۱۱۸] بدایونی جلد ۲، ص ۲۶۱ [۱۱۹] ایضاً ۱۶۳

[۱۲۰] سٹڈیز ان مڈیول انڈین ہسٹری، ص ۲۲۲

[۱۲۱] دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، جلد ۴، ص ۱۲۱،

جب دربار میں چراغ جلائے جائیں تو سب درباری احتراماً کھڑے ہو جایا کریں۔[122] اکبر کی ان حرکات کو دیکھتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھنے کے بعد نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کے خلاف کام کرے یا کسی بُت کے آگے جھکے یا زنار باندھے، وہ یقیناً کافر ہے۔[123] امام الہند شاہ ولی اللہؒ اکبر کے متعلق رقمطراز ہیں کہ وہ ملحد ہو چکا تھا اور اس نے زندیقوں جیسے طور طریقے اپنا لیے تھے۔[124]

ڈو جیرک لکھتا ہے کہ اکبر نے گوا کے پرتگیز حکام سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس کے دربار میں چند عیسائی مبلغ بھیجیں، اس کی درخواست منظور ہوئی اور گوا سے چند دریدہ دہن پادری فتح پور سیکری روانہ کیے گئے جو ۱۸ فروری ۱۵۸۰ کو دربار میں حاضر ہوئے۔[125]

ایک بار اکبر کو کسی نے بتایا کہ پرتگیزوں نے توراۃ اور انجیل کا فارسی ترجمہ کر لیا ہے، یہ سنتے ہی اس نے سیّد مظفر کو گوا روانہ کیا، تاکہ وہ "دانایانِ فرنگ" سے یہ تراجم لے آئے۔[126] اس کے علاوہ اس نے گوا کے پادریوں سے یہ التماس کی تھی کہ وہ اس کے ساتھ باقاعدہ خط و کتابت جاری رکھیں۔ بادشاہ کی درخواست پر ۱۵۸۰، ۱۵۹۰ اور ۱۵۹۵ میں پادریوں کے تین وفد دربار میں بھیجے گئے جہاں ان کا خیر مقدم کیا گیا اور بادشاہ نے بڑے ذوق و شوق سے ان کی باتیں سنیں۔ بادشاہ کے اس رویہ سے پادریوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ عنقریب ہی عیسائی ہو جائے گا۔[127]

ڈو جیرک کی کتاب "اکبر اینڈ دی جیسوائٹس" کے دیباچہ میں بین صاحب رقمطراز ہیں: کہ پادریوں کے جو وفد اکبر کی خدمت میں روانہ کیے گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسے عیسائی بنا کر اس کی سلطنت میں تعلیماتِ انجیل کی داغ بیل ڈالیں۔[128] یہ عیسائی پادری اپنے ساتھ قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ اس غرض سے لے گئے کہ وہ بادشاہ کے سامنے "قرآن کی اغلاط، اس کی غلط بیانیوں

---

۱۲۲۔ آئین اکبری، جلد ۲، ص ۴۴۔ ۱۱۔ دی کورٹ پینٹرز آف دی گریٹ مغلز، ص ۱۹

۱۲۳۔ اشعۃ اللمعات، ص ۳۶ ۱۲۴۔ انفاس العارفین، ص ۱۵۴

۱۲۵۔ اکبر اینڈ دی جیسوائٹس، ص ۱۷، ۱۸ ۱۲۶۔ مکاتبات علامی، ورق ۱۱ ب

۱۲۷۔ دی مغلز اینڈ دی پرتگیز، ص ۵۹، ۶۰ ۱۲۸۔ اکبر اینڈ دی جیسوائٹس، ص ۳۴۔

اور اختلافی مسائل کی تردید کر سکیں[۱۲۹] یہ پادری اکبر کو "قانون اسلامی کے رطب و یابس" سے آگاہ کرنے کے علاوہ یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ محمد مصطفےٰ کا دیا ہوا قانون "جھوٹ کا پلندہ" ہے[۱۳۰] انھوں نے بادشاہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ اپنی مملکت میں قرآن کے درس و تدریس پر پابندی لگا دے کیونکہ وہ "اغلاط سے بھرا پڑا ہے"[۱۳۱]

قرآن حکیم کے متعلق ابوالفضل بھی کم و بیش ایسے ہی خیالات رکھتا تھا۔ جہانگیر نے ایک موقع پر یہ کہا تھا کہ اس نے یہ بات میرے والد کے ذہن نشین کرا دی تھی کہ قرآن وحی الٰہی نہیں بلکہ یہ حضور کی تصنیف ہے[۱۳۲] ابوالفضل کے والد شیخ مبارک کے بھی قرآن کے متعلق قریب قریب ایسے ہی خیالات تھے۔ بدایونی لکھتا ہے کہ ایک بار شیخ مبارک نے اکبر کے سامنے بیربل سے کہا تھا کہ جس طرح ہندوؤں کی کتابوں میں ردّ و بدل ہوا ہے ایسے ہی ہمارے قرآن میں بھی کئی بار تحریف ہو چکی ہے۔ اور اب اگر سچ پوچھو تو اس پر سے میرا یقین اُٹھ چکا ہے[۱۳۳] میری ناقص رائے میں باپ بیٹے کے قرآن کے متعلق شبہات ہی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ سُنی نہیں تھے ـــــ اور اگر یہ بات صاف ہو جائے تو پھر اکبر کو امام عادل بنانے کا منصوبہ بآسانی سمجھ میں آجائے گا۔

اکبر نے پرتگیزوں اور ارمنیوں کو اپنی مملکت میں گرجے بنانے کی اجازت دے کر اسلامی قانون توڑ ڈالا۔ جب آگرہ میں پہلا گرجا تعمیر ہوا تو اکبر بنفسِ نفیس وہاں پہنچا اور عیسائیوں کے ساتھ عبادت میں شریک ہوا۔ اس نے اپنی پگڑی اتار کر رکھ لی اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگی[۱۳۴] ایک زمانہ تھا کہ وہ شہزادہ سلیم کو ملّا عبدالنبی کے گھر سماعتِ حدیث کے لیے بھیجا کرتا تھا اور اب یہ دن بھی آئے کہ اس نے شہزادہ مراد کو حکم دیا کہ وہ پادریوں سے انجیل کی تعلیم حاصل کرے[۱۳۵] ابوالفضل کے نام یہ فرمان جاری ہوا کہ وہ اکبر کی خاطر انجیل کا فارسی ترجمہ

---

۱۲۹ اکبر اینڈ دی جیسوئٹس، ص ۲۱ ۱۳۰ ایضاً ص ۱۶

۱۳۱ ایضاً، ص ۲۲، ۲۳ ۱۳۲ مآثر الامراء، جلد ۲، ص ۲۱۷

۱۳۳ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۱۲ ۱۳۴ اکبر اینڈ دی جیسوئٹس، ص ۲۵

۱۳۵ i۔ ایضاً۔ ص ۲۵ - ii۔ بدایونی جلد ۲، ص ۲۶۰

کرے ۔[۱۳۶] بدایونی اس کا عینی شاہد ہے کہ اکبر کے پاس حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر تھیں اور اس نے عیسائیوں کے بعض طریقے بھی اپنا لیے تھے ۔[۱۳۷]

بعض خود غرضوں نے اکبر کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اسلام کی میعاد صرف ہزار سال ہے ۔[۱۳۸] یہ نظریہ "عقیدہ الفی" کے نام سے مشہور ہوا ۔ اکبر کے حکم سے ۱۰۰۰ ہجری میں یادگاری سکے ڈھالے گئے اور اس موقعہ پر اس نے تاریخ الفی کے نام سے ایک تاریخ مرتب کرنے کا کام ملا نظام الدین احمد کو سونپا ۔ عقیدۂ الفی کا بڑے زور و شور سے پراپیگنڈا کیا گیا اور یہ بات عوام کے ذہن نشین کروائی گئی کہ دورِ اسلام اب ختم ہو گیا ہے اور اب ایک نئے دین کی ضرورت ہے ۔ بدایونی لکھتا ہے کہ یار لوگ عقیدۂ الفی کی تائید میں ناصر خسرو کے کلام سے ایک رباعی بھی تلاش کر لائے تھے ۔ اور اسے جا بجا گنگناتے پھرتے تھے ۔

در نہصد و تسعین دو قِران می بینم
وز مہدی و دجال نشان می بینم
یا ملک بدل گردد یا گردد زمین
سری کہ نہاں است عیاں می بینم

اکبر عقیدۂ الفی کا قائل تھا ۔ چنانچہ اس نے دورِ اسلام "ختم ہونے" کے بعد اس کی جگہ دینِ الٰہی رائج کرنے کا عزم کر لیا ۔ اکبر سے پہلے بھی مامون الرشید کی مذہب میں دلچسپی نے معتزلی مذہب کو سرکاری مذہب قرار دے کر راسخ العقیدہ مسلمانوں کو ابتلاء میں ڈال دیا تھا ۔[۱۳۹] اکبر کی مذہب میں دلچسپی نے بھی راسخ العقیدہ مسلمانوں کو ابتلاء میں ڈال دیا اور اس بار احمد ابن حنبلؒ کی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو ایک بار پھر دین حق کے غلبہ کے لیے جدوجہد کرنی پڑی ۔

## اکبری بدعات

اکبر نے دین اسلام سے برگشتہ ہوتے ہی اپنے عمال کے نام ایک حکم جاری کیا جس کی

---

۱۳۶ھ بدایونی ، جلد ۲ ، ص ۲۶۰
۱۳۷ھ ایضاً ۳۰۴
۱۳۸ھ دبستان مذاہب ، ص ۲۶۷
۱۳۹ھ ہسٹری آف دی عربز ، ص ۴۲۹

رُو سے انھیں مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کوئی اختیار نہ رہا[۱۴۰] جزیہ اس سے پہلے ہی منسوخ ہو چکا تھا۔ علمائے دین اور ائمہ اہلِ سنت (جنھیں ابوالفضل سبزی فروش اور کفش دوز کہہ کر پکارا کرتا تھا) کے ساتھ تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا، اس لیے ان ایام میں اگر وہ کسی کو گالی دینا چاہتا تھا یا کسی کی تحقیر مقصود ہوتی تھی تو وہ اسے "فقیہہ" کہہ کر پکارتا تھا[۱۴۲] اس کی صحبت میں ملک الشعرا فیضی، صاحبِ تفسیر سواطع الالہام "ایں پیالہ را بکوریٔ فقہامی خوریم" کہہ کر جام چڑھایا کرتے تھے[۱۴۳]

پارسی موبد دستور جی مہرجی رانا کے زیرِ اثر وہ آگ کی تعظیم کرنے لگا تھا اور اس نے ابوالفضل کو یہ حکم دیا تھا وہ اس بات کا خاص خیال رکھے کہ شاہی محل میں ہمہ وقت آگ روشن رہے[۱۴۴] بادشاہ کے حکم سے کرمان سے آتش پرستوں کی ایک جماعت فتح پور سیکری بلائی گئی۔ وہاں کے ایک نامی گرامی آتش پرست اردشیر کو خاص طور بلایا گیا تھا[۱۴۵] محسن فانی کی روایت ہے کہ آذرکیوان نامی ایک آتش پرست کا دل و جان سے احترام کیا کرتا تھا[۱۴۶]

اکبر کی رعایا کی اکثریت اور اس کی ہندو بیویاں گائے کی پرستش کرتے تھے، اس لیے اس نے گاؤکشی قانوناً بند کر دی[۱۴۷] اس کے علاوہ اس نے یہ بھی کیا کہ گائے کے گوبر کو پوتر قرار دے کر اس کی تعظیم کرنے کا حکم جاری کیا، وہ خود بھی گوبر کا دل و جان سے احترام کیا کرتا تھا[۱۴۸] اسی دَور میں اس نے یہ حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص کسی قصائی کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پکڑا گیا، تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا[۱۴۹] دن میں دو بار اکبر سورج کی پرستش کیا کرتا تھا[۱۵۰] اس موقعہ پہ وہ سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا اور سنسکرت زبان میں سورج کے ۱۰۰۱ نام جپتا[۱۵۱]۔ ایک سرکاری درباری عالم ملا شیری نے جب ان "اسماء الحسنیٰ" کو منظوم کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس

---

۱۴۰ مکتوبات علامی، ورق ۲۰، ۲۱ الف ۱۴۱ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۰۰

۱۴۲ ایضاً ۲۶۱ ۱۴۳ ایضاً ۳۰۹

۱۴۴ ایضاً، ص ۲۶۱ ۱۴۵ دبستان مذاہب ص ۲۶۶۔ ۱۴۶ ایضاً

۱۴۷ بدایونی جلد ۲، صفحہ ۲۶۱ ۱۴۸ ایضاً ۱۴۹ دبستان مذاہب ص ۲۶۸

۱۵۰ تذکرۃ الملوک، ورق ۲۳۲ ب ۱۵۱ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۲۲

نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا[152]۔

بادشاہ نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ اس کی یہ خواہش ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں اس کے سامنے کھایا پیا کریں، اور اس غرض سے اگر وہ پان کا بیڑا منہ میں رکھ کر دربار میں آیا کریں تو یہ زیادہ موزوں ہو گا۔ بصورتِ دگر وہ روزہ دار ہونے کے الزام میں دھر لیے جائیں گے[153]۔ اورنگزیب کے سوانح نگار فاروقی صاحب اپنی کتاب میں اکبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس نے اپنے بیٹے دانیال کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا کہ وہ اسیر گڈھ کی مسجد گرا کر اس کی جگہ مندر بنوا دے[154]۔ لیکن شاہزادے نے اس کی تعمیل پر کوئی توجہ نہ دی اور اس طرح یہ مسجد بچ گئی[155]۔ دربار سے ملحق مسجد اور شاہی محل میں اذان اور نماز باجماعت پر پابندی لگا دی گئی اور بادشاہ نے احمد، محمدؐ، محمود اور مصطفٰیؐ جیسے نام رکھنے پر ناخوشنودی ظاہر کی[156]۔ اس نے خود اپنے پوتوں کے نام ساسانی بادشاہوں کے ناموں پر ہوشنگ، طہمورث اور بایسنغر رکھے[157]۔ اس کے علاوہ اگر بادشاہ کے کسی ملازم کے نام کا جزو محمدؐ ہوتا تو وہ اس ملازم کو آواز دیتے وقت کسی دوسرے نام سے پکارتا تھا[158]۔ حضورؐ کا اسم گرامی کلمہ طیبہ میں سے حذف کر دیا گیا۔ (اور خاص خاص حلقوں میں یا شاہی محلات کے اندر) یہ کلمہ پڑھا جاتا تھا[159]:

لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ

مہابھارت کے دیباچہ میں ابوالفضل اکبر کو خلیفۃ اللہ ہی لکھتا ہے[160]۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ اکبر کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق تھا اور اس کے اور خدا کے درمیان نبی اکرمؐ کا واسطہ ضروری نہیں تھا۔ اکبر معجزات پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے وہ حضورؐ

---

[152] بدایونی جلد ۲، ص ۳۳۶ [153] تذکرۃ الملوک، ورق ۲۳۱ ب

[154] اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز، ص ۵۶۳ [155] تاریخ فرشتہ، جلد ۲، ص ۲۹۱

[156] بدایونی جلد ۲، ص ۲۶۹، ۳۱۴۔

[157] تکملہ اکبر نامہ، ورق ۳۵ الف، ۴۰ الف، ۴۶ الف

[158] بدایونی، جلد ۲، ص ۲۶۹، ۳۱۴ [159] ایضاً ۲۷۳

[160] مہابھارت ورق ۵ الف

کے معجزات مثلاً: شق القمر اور معراج کا منکر تھا[۱۶۱] اس کے علاوہ وہ بہت سی احادیث کا بھی منکر تھا۔ جو شخص قرآن کو ہی حضورؐ کی تصنیف سمجھتا ہو، اس سے یہ توقع رکھنی بے کار ہے کہ وہ حدیث پر ایمان رکھتا ہو۔

انہی ایام میں اس نے یہ حکم جاری کیا کہ سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے اور چودہ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی نہ کی جائے[۱۶۲] اور اگر دولہا اور دولھن کی عمروں میں کوئی شبہ ہو تو یہ ضروری تھا کہ ان کا قریبی کوتوالی میں توئے بیگی سے معائنہ کروایا جائے[۱۶۴] اسی طرح اکبر نے "خدا یکے وزن یکے" کا نعرہ لگاتے ہوئے دوسری شادی پر پابندی لگا دی[۱۶۵]

بادشاہ کے حکم سے کئی قبرستان اور مسجدیں مسمار کر دی گئیں اور اکثر مقابر پر ہندو قابض ہو گئے[۱۶۶] بادشاہ نے یہ فرمان جاری کیا کہ عوام کو چاہیئے کہ وہ آیندہ عربی اور علوم اسلامیہ کی بجائے ریاضی، ہیئت، فلسفہ اور طب جیسے مضامین کا مطالعہ کیا کریں[۱۶۷] غالباً انہی ایام میں اس نے بارہ سال سے کم عمر کے بچوں کے ختنہ پر پابندی لگا دی اور اس کے بعد یہ معاملہ ان کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا[۱۶۸] ہندو عورتوں کو ستی ہونے کی اجازت بھی دے دی گئی[۱۶۹]

جب اکبر کی والدہ کا انتقال ہوا تو اس نے ہندوؤں کے رواج کے مطابق بھدرا کروایا[۱۷۰] اس واقعہ کے چھ سال بعد جب اس کی رضاعی ماں فوت ہوئی تو اس موقع پر بھی اس نے اور اس کے خوشامدی امرا نے بھدرا کروایا[۱۷۱] جب ۱۰۰۱ ہجری میں شیخ مبارک راہیٔ ملک بقا ہوا، تو ابوالفضل علامی اور صاحب تفسیر سواطع الالہام ابوالفیض فیضی نے بھی بھدرہ کروایا[۱۷۲] خواجہ کلاں خواجہ عبیداللہ بن خواجہ باقی باللہ نے ابوالفضل کی ایسی ہی حرکات دیکھ کر

---

۱۶۱ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۱۶ - ۳۱۷ ۱۶۲ ایضاً ۱۶۳ ایضاً
۱۶۴ ایضاً، ص ۳۶۱ ۱۶۵ ایضاً، ص ۳۵۶
۱۶۶ ایضاً، ص ۳۲۲ ۱۶۷ ایضاً، ص ۳۶۳
۱۶۸ (i) اکبر اینڈ دی جیوٹس، ص ۴۵ (ii) بدایونی جلد ۲، ص ۳۷۶ ۱۶۹ بدایونی جلد ۲، ص ۳۷۶
۱۷۰ (i) مراۃ عالم، ورق ۴ ۵ ۳ الف (ii) سوانح اکبری، ص ۱۲۴ (iii) اکبرنامہ جلد ۳، ص ۸۳۱
۱۷۱ ماثر الامرا، جلد ۱، ص ۶۸۵ ۱۷۲ جلد ۲، ص ۳۸۸ -

اس کا شمار ملحدوں اور زندیقوں میں کیا ہے[۱۷۳] بدایونی رقمطراز ہے کہ جب سلیم کی شادی راجہ بھگوان داس کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تو شادی کی رسومات ہندوانہ طریقے پر ادا کی گئیں[۱۷۴]

اکبر ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کا بڑا معتقد تھا اور اس کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ چینی کی مدح میں بھجن گایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایسے سکے بھی ڈھلوائے تھے۔ جن پر رام چندر اور سیتا کی مورتیں موجود تھیں[۱۷۵] مشہور مورخ اسٹینلے لین پول نے برٹش میوزیم لندن کے مغل مسکوکات کی فہرست تیار کی تھی، اس فہرست میں پانچویں پلیٹ پر ۱۷۲ نمبر سکے پر رام اور سیتا کی مورتیں موجود ہیں[۱۷۶]

اکبر کے حکم سے شاہی دربار کے قریب ایک میخانہ کھولا گیا اور شراب نوشی پر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی گئی[۱۷۷] شیطان پورہ کے نام سے بادشاہ نے طوائفوں کی ایک الگ بستی قائم کروائی۔ بدایونی لکھتا ہے کہ بادشاہ اُن کے حالات سے باخبر رہتا تھا اور ان کے ذاتی معاملات میں بڑی دلچسپی لیتا تھا[۱۷۸]

بادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ آیندہ کوئی مسلمان اپنی خالہ، پھوپھی، ماموں یا چچا کی لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کرے کیونکہ ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ہمیشہ کمزور رہتی ہے[۱۷۹] اکبر جوا بازی میں بھی دلچسپی لیتا تھا اور اس مقصد کے لیے اس نے ایک جوا خانہ بھی کھلوایا۔ جہاں جواریوں کو سرکاری خزانے سے جوا کھیلنے کے لیے قرض بھی ملتا تھا۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اسلام کا جانی دشمن ہو رہا تھا، اور وہ ایک ایک کرکے تمام اسلامی شعار مٹانے پر

---

۱۷۳ مبلغ الرجال، ورق ۳۳ ب، ۳۴ الف

۱۷۴ i۔ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۴۱، ii۔ تذکرۃ الامراء، ورق ۱۳۱ ب۔

۱۷۵ اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز، ص ۵۶۳

۱۷۶ دی کوئنز آف دی مغل ایمپررز آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، ص ۳۴۔

۱۷۷ i۔ اخبار محبت، ورق ۸۹ الف و ب، ii۔ بدایونی: جلد ۲، ص ۳۰۲

۱۷۸ i۔ اخبار محبت، ورق ۸۹ الف و ب، ii۔ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۰۲

۱۷۹ i۔ اخبار محبت، ورق ۸۹، الف، ب۔ ii۔ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۰۶

تلا ہوا تھا۔

اکبر کا ایک مرید سلطان خواجہ فوت ہوا تو شاہی حکم کے مطابق اس کی قبر میں اس کے چہرہ کے مقابل مشرق کی جانب ایک سوراخ رکھا گیا تاکہ ہر صبح جب سورج طلوع ہو تو اس کی پہلی کرنیں سلطان خواجہ کے چہرہ پر پڑیں۔ بدایونی لکھتا ہے کہ اکبر اور اس کے پیرو یہ سمجھتے تھے کہ سورج کی مقدس روشنی انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے[180]۔

اکبر لوگوں کو مرید کیا کرتا تھا - اور جو شخص اس کا مرید ہوتا تھا، اُسے "چیلہ" کہتے تھے[181]۔ جس طرح صوفیائے کرام اپنے مریدوں کو اپنے مشائخ کا شجرہ فراہم کرتے ہیں۔ بعینہٖ اکبر اپنے چیلوں کو اپنی تصاویر دیا کرتا تھا جسے وہ اپنی دستار میں اڑس لیتے تھے[182]۔ جب یہ چیلے آپس میں ملتے تو سلام مسنون کی بجائے ایک چیلہ اللہ اکبر کہتا تو دوسرا اس کے جواب میں جل جلالہٗ کہتا[183]۔ بادشاہ کا چیلہ بننے سے پہلے امیدوار کو اس مضمون کی ایک تحریر بھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا ہوتی تھی[184]۔

"منکہ فلاں بن فلاں باشم بطوع و رغبت و شوق قلبی از دین اسلام مجازی و تقلیدی کہ از پدراں دیدہ و شنیدہ بودم ابرا و تبرا نمودم و در دین الٰہی اکبر شاہی در آمدم و مراتب چہارگانہ اخلاق کہ ترک مال و جان و ناموس و دین باشد، قبول کردم۔"

بیربل، دیوی اور پرکھوتم جیسے ہندوؤں نے اکبر کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ سورج (نعوذ باللہ) خدا کا مظہر ہے اور ایک بار خدا نے (نعوذ باللہ) اس کی صورت میں اوتار لیا تھا۔ اس لیے ہر صبح سورج کے درشن کرنا باعثِ سعادت ہے[185]۔ چنانچہ بادشاہ علی الصبح اس کے درشن کیا کرتا تھا اور اس مقصد کی خاطر شاہی محل میں سورج خانہ قائم کیا گیا تھا[186]۔

اسلام میں چونکہ مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال اور مرد و عورت کے لیے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ اس لیے بادشاہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا اور اپنے

---

۱۸۰؎ بدایونی، جلد ۲، ص ۳۴۰، ۳۴۱ ۱۸۱؎ ایضاً۔ ص ۳۲۵

۱۸۲؎ ایضاً۔ ص ۳۳۸ ۱۸۳؎ ایضاً۔ ص ۳۵۶

۱۸۴؎ ایضاً۔ ص ۳۰۴ ۱۸۵؎ ایضاً۔ ص ۳۰۵ ۱۸۶؎ ایضاً

درباریوں کو ریشمی لباس زیب تن کر کے دربار میں آنے کی ترغیب دیا کرتا تھا[۱۸۷] اپنی اسلام دشمنی کی بنا پہ ہی اس نے سن ہجری کا استعمال متروک کر کے اس کی جگہ ایرانی سن رائج کیا[۱۸۸]

قصہ مختصر اکبر نے جملہ شعار اسلامی مٹا دیئے۔ بقول ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب اگر اس صورت حال کا اسلامی ذہن سے مطالعہ کیا جائے تو وہ دین اسلام سے منحرف ہو چکا تھا[۱۸۹] مسلمانوں کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ حضرت امام ربانیؒ رقمطراز ہیں :- "مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند واگر میکردند بقتل میرسیدند"[۱۹۰] ایک دوسرے مکتوب میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں : "اگر مسلمانے اشعار از اشعار اسلام اظہار نماید بقتل میرسد"[۱۹۱] حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے تھے کہ خود حضرت مجدد الف ثانیؒ اس دور میں ظہور مہدی کے منتظر تھے۔ ان حالات میں شیخ سلیم چشتیؒ کے صاحبزادے شیخ بدر الدینؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ میں جا بسے[۱۹۲] بعض مورخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اکبر نے خود ان کو جلا وطن کر دیا تھا۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ حجاز تشریف لے گئے تو واپس آنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ یہ تو بھلا ہو شیخ عبدالوہاب متقی کا، کہ انھوں نے آپ کو ہندوستان واپس جا کر اپنا مشن چلانے کی ترغیب دی[۱۹۳] ورنہ ہندوستان اس بندگ کی دینی خدمات سے محروم رہ جاتا۔ جون پور کے قاضی ملا محمدؒ یزدی نے، جو ایک مانے ہوئے عالم تھے، یہ فتویٰ دیا کہ اکبر مرتد ہو چکا ہے اس لیے اس کے خلاف صف آرا ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے[۱۹۴] (امام الہند شاہ ولی اللہؒ کے پوتے، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بھی اکبر جیسے "کافر، زندیق اور مرتد" حاکم کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں)[۱۹۵]

علما کی ایک جماعت نے ملا محمد یزدی کی جرأت کی داد دیتے ہوئے اکبر کے خلاف تلوار اٹھانے کا فتویٰ جاری کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ محمد معصوم کابلی، میر معز الملک، محمد معصوم خان فرنخودی، نیابت خان اور عرب بہادر جیسے جانباز بادشاہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے[۱۹۶] بعض دوسرے امرا نے بھی اکبر کے

---

۱۸۷ہ بدایونی جلد ۲، ص ۳۰۶ ۔ ۱۸۸ہ ایضاً۔ ۱۸۹ہ اے سوشل ہسٹری آف اسلامک انڈیا، ص ۱۴۲،

۱۹۰ہ مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، مکتوب نمبر ۴۶ ۔ ۱۹۱ہ ایضاً۔ مکتوب نمبر ۸۱ (بادشاہ نامہ محمد امین قزوینی ورق ۱۱ الف پر بھی قریب قریب اسی مضمون کی عبارت ملتی ہے) ۱۹۲ہ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۱۲

۱۹۳ہ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۹ ۔ ۱۹۴ہ دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، جلد ۴، ص ۱۲۶

۱۹۵ہ منصب امامت، ص ۹۷ ۱۹۶ہ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۷۶ ۔

ی حکیم میرزا کے ساتھ خط وکتابت شروع کر دی[197] میرزا نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور وہ لاہور تک
ر آیا۔ بنگال اور بہار کے تورانی امرا نے جمعہ کے خطبہ سے اکبر کا نام حذف کر کے اس کی جگہ حکیم میرزا
نام شامل کر دیا[198]

امرا کی قیادت بابا خان جباری اور وزیر خاں نے کی اور کچھ مدت کے لیے وہ اکبر کی اطاعت
آزاد ہو گئے۔ اکبر نے ان کے خلاف فوج کشی کی۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن بدقسمتی سے
خان عین معرکہ کارزار میں کام آیا[199] امیر میرکی نام ایک سردار جو اپنی فوج لے کر باغیوں کی مدد کو
ہا تھا شاہی فوج کے ہاتھ لگا۔ بادشاہ نے اس کا سر قلم کروا دیا[200] حسین بیگ چتر اوقلی بھی اکبر کے
اف لڑتا ہوا میدانِ جنگ میں کام آیا[201] باغی امراء کا زور ٹوٹتے ہی علما کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی
یعقوب قاضی بنگال کے دست وپا باندھ کر انھیں دریا میں پھینک دیا گیا[202] ملا محمد یزدی اور میر
ز الملک بھی میر یعقوب کی طرح دریائے جمنا میں پھینکے گئے[203] قاضی لال برنی کو اکبر کے حکم سے ذبح
گیا[204] لاہور کے اکثر علما کو اکبر نے مروا ڈالا، اور بقیۃ السیف کو دور دراز علاقوں میں جلا وطن کر دیا[205]
ضرت مجدد الف ثانی کے خسر شیخ سلطان تھانیسری بھی بادشاہ کے حکم سے تختۂ دار پر لٹکائے گئے۔

ڈاکٹر محمد یسین رقمطراز ہیں کہ وقتی طور پر اکبر باغیوں کو دبانے میں کامیاب ہو گیا لیکن بالآخر
ں کے مرنے کے بعد راسخ العقیدہ مسلمان اپنے مشن میں کامیاب ہوئے[206] اکبر کے الحاد اور بے دینی
ے خلاف اس کی زندگی کے آخری ایام میں ہی کام شروع ہو گیا تھا۔ خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد
ف ثانی اس تحریک کے روحِ رواں تھے لیکن ان کا طریق کار تورانی امرا کے طریقے سے مختلف تھا۔

---

۱۹۷ھ مغل نوبلٹی، ورق ۱۷۳ — ۱۹۸ھ ایضاً

۱۹۹ھ تاریخ محمدی، ورق ۱۰۲ ب — ۲۰۰ھ ایضاً ورق ۱۰۳ الف

۲۰۱ھ ایضاً۔ ورق ۱۰۳ — ۲۰۲ھ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۷۷

۲۰۳ھ ز۔ ایضاً۔ از تاریخ محمدی، ورق ۱۰۳ الف

۲۰۴ھ تاریخ محمدی، ورق ۸۲ الف — ۲۰۵ھ بدایونی، جلد ۲، ص ۲۷۷

۲۰۶ھ اے سوشل ہسٹری آف اسلامک انڈیا۔ ص ۱۴۴۔

# فہرست اسناد محولہ

## مخطوطات فارسی :

۔ اکبرنامہ۔ فیضی سرہندی، برٹش میوزیم لندن، مخطوطہ اورنٹنل ۱۶۹ ۔

۔ اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق دہلوی۔ برٹش میوزم لندن، مخطوطہ اورنٹل ۲۲۱ ۔

۱۔ اخبار محبت، محبت بن فیض۔ برٹش میوزیم لندن۔ مخطوطہ اورنٹل ۱۷۱۴ ۔

۔ مہابھارت، برٹش میوزیم لندن۔ مخطوطہ، ایڈیشنل ۵۶۳۸ ۔

مخزن افغانی، نعمت اللہ، برٹش میوزیم لندن۔ مخطوط اورنٹیل ۱۶۳۷ ۔

۔ مخزن اسلام، اخوند دریوزہ، انڈیا آفس لائبریری لندن، مخطوطہ ایتھے ۲۶۳۲ ۔

۔ مرآۃ جہان نما، محمد بقا، برٹش میوزیم لندن، مخطوطہ اورنٹل ۱۹۹۸ ۔

۔ مکاتبات علامی، ابوالفضل، " " " " ایڈیشنل ۶۵۴۸ ۔

۹ ۔ بادشاہ نامہ محمد امین قزوینی، " " " " اورنٹل ۱۷۳ ۔

۱ ۔ روضۃ الطاہرین، طاہر سبزواری " " " " ۱۶۸ ۔

۱ ۔ سوانح اکبری، امیر حیدر بلگرامی " " " " ۱۶۶۵ ۔

۱ ۔ مبلغ الرجال، خواجہ عبیداللہ آزاد لائبریری علی گڑھ، گلشن مخطوطہ ۱۹۱ ۔

۱۳ ۔ تذکرۃ الملوک، رفیع الدین شیرازی۔ برٹش میوزیم لندن، مخطوطہ ایڈیشنل ۲۳۸۸۳ ۔

۱۴ ۔ تذکرۃ الامراء۔ کیول رام ۔ " " " " ۱۶۷۰۳ ۔

۱۵ ۔ تکملہ اکبرنامہ، عنایت اللہ محب علی۔ " " " " اورنٹل ۱۸۵۴ ۔

۱۶ ۔ تاریخ الفی، نظام الدین احمد۔ انڈیا آفس لائبریری لندن، مخطوطہ ایتھے ۱۱۴ ۔

۱۷ ۔ تاریخ محمدی، محمد بن رستم ۔ برٹش میوزیم لندن، مخطوطہ اورنٹل ۱۸۲۴ ۔

۱۸ ۔ تاریخ پنجاب۔ بوٹے شاہ ۔ انڈیا آفس لائبریری لندن، مخطوطہ ایتھے ۵۰۳ ۔

۱۹ ۔ تاریخ شیر شاہی، عباس شروانی، " " " " ۲۱۹ ۔

۲ ۔ زبدۃ التواریخ، نورالحق، برٹش میوزیم لندن، مخطوطہ ایڈیشنل ۱۰۵۸۰ ۔

## مطبوعات فارسی

۱۔ اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث، لکھنؤ ۱۸۷۳
۲۔ آئین اکبری، ابوالفضل، کلکتہ ۷-۱۸۷۲
۳۔ اکبرنامہ ، " " ۸۶-۱۸۷۷
۴۔ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ، دہلی ۱۸۹۷
۵۔ دبستان مذاہب، محسن فانی، بمبئی ۱۸۷۵
۶۔ ارشاد الطالبین۔ عبدالکریم بن اخوند، دہلی ۱۸۸۸
۷۔ خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور، کانپور ۱۹۰۲
۸۔ لطائف قدوسی۔ شیخ رکن دین، دہلی ۱۸۹۴
۹۔ مآثر رحیمی۔ عبدالباقی نہاوندی، کلکتہ ۱۹۲۴
۱۰۔ مآثر الامراء۔ شاہ نواز خان، کلکتہ ۹۰-۱۸۸۸
۱۱۔ مکتوبات امام ربانی۔ حضرت مجدد الف ثانی، لکھنؤ ۱۸۷۷
۱۲۔ منصب امامت۔ شاہ اسمٰعیل شہید، دہلی ۱۸۷۷
۱۳۔ منتخب اللباب۔ خانی خان، کلکتہ ۱۸۶۹
۱۴۔ منتخب التواریخ۔ عبدالقادر بدایونی کلکتہ ۹-۱۸۶۵
۱۵۔ تذکرۃ الابرار والاشرار۔ عبدالکریم بن اخوند، دہلی ۱۸۹۲
۱۶۔ تذکرہ علمائے ہند۔ رحمان علی، لکھنؤ، ۱۸۹۴
۱۷۔ تاریخ فرشتہ، ابوالقاسم ہندوشاہ، کانپور ۱۸۸۴

## مطبوعات اردو

۱۔ حیات شیخ۔ عبدالحق محدث دہلوی، خلیق احمد نظامی، دہلی ۱۹۵۳
۲۔ شعرالعجم، شبلی نعمانی، لکھنؤ، جلد اوّل، ۱۹۱۷، جلد دوم ۱۹۱۰
۳۔ تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، محمد منظور نعمانی، لکھنؤ ۱۹۵۹
۴۔ نورالمبین جبل اللہ المتین، علی محمد جان محمد چنارا (سال و مقام طباعت ندارد)

## مخطوطات انگریزی


۱۔ احمد بشیر۔ ریلجس پالیسی آف اکبر، مخطوطہ سینٹ ہال لائبریری، لندن
۲۔ علی محمود۔ مغل نوبلٹی اِن انڈیا ٹو ۱۶۵۸، مخطوطہ سینٹ ہال لائبریری لندن


## مطبوعات انگریزی


۱۔ امیر علی سید۔ دی اسپرٹ آف اسلام، لندن ۱۹۴۹
۲۔ آرنلڈ ٹامس، دی کورٹ پینٹرز آف دی گریٹ مغلز، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۲۱
۳۔ براؤن، ای، جی۔ اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ۴۔ کیمبرج ۱۹۳۰
۴۔ ڈو جیرک۔ اکبر اینڈ دی جیسوائٹس، لندن ۱۹۲۶
۵۔ ارسکن ولیم۔ دی ہسٹری آف انڈیا، لندن ۱۸۵۴
۶۔ فاروقی ظہیر الدین، اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز بمبئی ۱۹۳۵
۷۔ ہیگ ولزلی، دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، جلد ۴، کیمبرج ۱۹۳۷
۸۔ ہٹی، فلپ، ہسٹری آف دی عربز، لندن ۱۹۵۱
۹۔ حسین، محمدؐ، اے فیوفیبز آف دی افغانز ان جالندھر بستیز، جالندھر ۱۹۳۸
۱۰۔ لین پول، اسٹانلے، دی کوئنز آف دی مغل ایمپررز آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم لندن ۱۸۹۲
۱۱۔ اورینٹل کانفرنس پیپرز۔ بمبئی ۱۹۳۲
۱۲۔ سرکار، جدو ناتھ۔ مغل ایڈمنسٹریشن، کلکتہ ۱۹۲۴
۱۳۔ شرما، سری رام۔ سٹڈیز ان میڈیول انڈین ہسٹری، پونا ۱۹۵۶
۱۴۔ شرما، سری رام۔ دی ریلجس پالیسی آف دی مغل ایمپررز، لندن ۱۹۴۰
۱۵۔ سری نواس اچاری۔ دی مغلز اینڈ دی پرتگیز۔ مدراس ۱۹۲۷
۱۶۔ سری واستوا، اے، ایل دی مغل ایمپائر، آگرہ (طبع ثانی)
۱۷۔ تارا چند، انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر، الہ آباد ۱۹۳۶
۱۸۔ یٰسین محمدؐ۔ اے سوشل ہسٹری آف انڈیا لکھنؤ ۱۹۵۸
۱۹۔ یوسف حسین، گلمپسز آف دی میڈیول انڈین کلچر، بمبئی ۱۹۵۷۔